

اس شعر میں ایک خاص منظر پیش کیا ہے۔ جب تک اسے پیش نظر نہ رکھ لیا جائے، شعر کی معنویت واضح نہیں ہو سکتی۔ محبوب آئینہ رکھ کر اپنے جمال میں محو ہے۔ عاشق بار بار چاہتا ہے کہ محبوب کی نظر اس کی طرف اٹھے، مگر محبوب پر بدستور محویت کا عالم طاری ہے۔ آخر پریشان ہو کر عاشق پکار اٹھتا ہے کہ اے اپنے حسن و جمال میں محو جانے والے! ذرا ہمیں بھی نگاہِ لطف سے شاد کام کر دیکھ، ہم کس آرزو اور کس محویت سے تجھے دیکھ رہے ہیں؟ محض اس لیے کہ تیری نگاہِ لطف اٹھے گی تو ہماری آرزوؤں کے چمن میں تازگی و شادابی کی بہار آ جائے گی۔

۵۔ لغات۔ تَفِ نالہ : آہ و فغاں۔

شبِ رَو : رات کو چلنے والا۔ یہ لفظ عموماً چور کے لیے مستعمل ہے اور

یہاں بھی اس سے چور ہی مراد ہے۔

شرح : اگر تو ہماری آہ و فغاں کی گرمی اور تپش کا کھوج لگانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ ہمارا داغِ دل دیکھ، کیونکہ عام قاعدہ ہے، چور کا کھوج لگانا ہو تو اس کے پاؤں کے نشان دیکھتے ہیں۔ گویا دل کا داغ ہماری گرم آہ و فغاں کا ایک نقشِ پا ہے۔

نالے کو شبِ رَو اس لیے کہا کہ آہ و فغاں عموماً رات ہی کو کی جاتی ہے۔

۶۔ شرح : اے غالب! ہم نے اہلِ کرم کے ظرف اور شانِ کرم کا اندازہ

کرنے کے لیے فقروں کا بھیس بنالیا ہے۔ ہمیں مانگنے کی ضرورت نہ تھی، درویشی

اختیار کر لینے پر مجبور نہ تھے، محض اس لیے درویشی کا بھیس بدل لیا کہ دیکھیں،

اہلِ کرم کی داد و دہش کا کیا حال ہے؟ وہ فقیروں سے کیا برتاؤ کرتے ہیں؟ ان

کے دینے کا اندازہ ایسا ہے کہ انھیں واقعی اہلِ کرم میں شمار کیا جائے؟

اہلِ کرم کی حقیقی حیثیت کا اندازہ کرنے کے علاوہ شعر کا مطلب یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ اگرچہ ہم مختار نہ تھے، لیکن محض اس لیے درویشی اختیار کر لی کہ ہمیں اہلِ کرم